ہمارا دینی اور تعلیمی افلاس

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

وفاقی وزیر داخلہ عبدالرحمٰن ملک کی کابینہ اجلاس میں سورہ اخلاص پڑھنے کی بار بار کوشش کے دوران جس طرح وہ بار بار بھولتے رہے، انہیں لقمے دیئے جاتے رہے لیکن اس کے باوجود وہ سورہ اخلاص درست طریقے سے نہ پڑھ پائے، اس منظر کو آزاد میڈیا کے ذریعے پوری قوم اور بچے بچے نے دیکھا۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ وزیر داخلہ کی سورۂ اخلاص کی تلاوت ہر مجلس میں زیر بحث ہے۔ میڈیا نے جس طرح اسے رپورٹ کیا، اس کے حوالے سے موبائل ایس ایم ایس کا جو سلسلہ جاری ہے حتیٰ کہ اب اسی بنیاد پر عدالتوں میں جناب عبدالرحمٰن ملک کی نااہلی کے حوالے سے رٹ دائر کر دی گئی ہے۔ تمام لوگ اسے ایک مذاق، تمسخر اور استہزاء کے طور پر بیان کر رہے ہیں، لیکن اگر ذرا غور کیا جائے تو یہ ہنسنے کی بجائے رونے کا مقام ہے اور پوری قوم کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔

اگرچہ اس وقت صرف عبدالرحمٰن ملک سورۃ اخلاص نہیں پڑھ پائے اور وقتی طور پر وہی سب کے نشانے پر ہیں لیکن اگر موقع دیا جائے تو ہماری کابینہ، سیاست دانوں، بیوروکریسی اور دیگر اہم ترین مناصب پر فائز لوگوں کی اکثریت ایسی ہوگی جو اسی قسم کی صورتحال سے دوچار ہوگی۔ اس واقعے کے تناظر میں ایک قابل غور بات تو یہ ہے کہ ایسے لوگ جو بالکل بنیادی اسلامی احکامات سے واقف نہیں، ایسی مختصر سورتیں جو ہر نماز میں پڑھی جاتی ہیں اور بچے بچے کو یاد ہوتی ہیں وہ بھی پڑھنے سے قاصر ہونے کے باوجود ان لوگوں کو یہ حق کس نے دیا کہ وہ نہ صرف یہ کہ اس ملک پر حکمرانی کر رہے ہیں بلکہ ملک کے سیاہ وسفید کے مالک اور پوری قوم کی قسمت کے دیوتا بنے بیٹھے ہیں، حالانکہ آئین پاکستان کا آرٹیکل 62 اور 63 تو اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ اس ملک کے اقتدار اور اہم عہدوں پر صرف وہ لوگ فائز ہو سکتے ہیں جو بنیادی اسلامی تعلیمات سے واقف ہوں، صوم وصلوٰۃ کے پابند اور اچھے اخلاق وکردار کے مالک ہوں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آئین کے آرٹیکل 62 اور 63 کی ہمیشہ دھجیاں اڑائی جاتی ہیں، الیکشن کمیشن کے سامنے ہمارے ملک کے اہم ترین لوگ جس قسم کے بیانات دیتے ہیں، قوم پر حکمرانی کے

خواب دیکھنے والوں کو جس طرح قرآن کریم کے پاروں کی گنتی، رکعتوں کی تعداد، کلمے اور دیگر بنیادی چیزیں تک یاد نہیں ہوتیں، وہ تشہد کی جگہ سورۃ فاتحہ سنانے لگتے ہیں، ان کے لبوں سے پھوٹنے والے شگوفے ہر الیکشن کے موقع پر لطیفوں کی صورت میں زبان زد عام رہتے ہیں لیکن اس کے باوجود کبھی اصلاحِ احوال کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں تعلیم وتربیت کے حوالے سے آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے، آپ کو یاد ہوگا کہ گزشتہ دور کے وفاقی وزیر تعلیم جاوید اشرف قاضی نے قرآن کریم کے پاروں کی تعداد 30 کی بجائے 40 بتادی تھی۔ جب وزیر تعلیم اور وہ بھی ایسے وزیر محترم جو ملک کے اہم ترین اداروں کے ذمہ دار مناصب پر فائز رہے، ان کی یہ حالت ہے تو باقی کس سے گلہ کیا جائے؟ اس ملک میں حکمرانی کرنے والوں کے بچوں کو فرفر انگلش بولنے کی مشق تو کرائی جاتی ہے، سیاسی داؤ پیچ بھی سکھائے جاتے ہیں، مغربی تہذیب و کلچر کو اپنانے کی تربیت دی جاتی ہے، حتیٰ کہ اب تو آرٹ کے نام پر اس قوم کے معصوم بچوں کے ہاتھوں میں طاؤس ورباب تک تھما دیئے جاتے ہیں اور ناچنے گانے کی باقاعدہ کلاسز ہونے لگی ہیں، آئے روز استعماری قوتوں کے ایماء پر نصاب میں تبدیلیاں کی جاتی ہیں، تعلیم کو کاروبار کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اور گزشتہ 63 سالوں سے تعلیم کے شعبے کو مختلف تجربات کی بھینٹ چڑھایا جارہا ہے لیکن اس پورے عرصے میں کبھی بھی سنجیدگی سے اس ملک کے نظام تعلیم کی اصلاح نہیں کی گئی۔

یہاں پر حکمرانی کے لئے اے لیول اور او لیول کے مراحل سے گزرنا، باہر کی یونیورسٹیوں میں کچھ عرصہ لگانا تو ضروری خیال کیا جاتا ہے لیکن مسلمانی کا نہ سہی آئین کے آرٹیکل 62 اور 63 کی رعایت کرتے ہوئے ہی دین کے بنیادی احکامات سکھانے کی ضرورت تک محسوس نہیں کی جاتی، جس کے نتیجے میں ایک ایسی نسل پروان چڑھ رہی ہے جس سے اگر نکاح کے موقع پر کلمے سننے کی بات کی جائے تو انہیں پسینے آنے لگتے ہیں، کہیں قرآن کریم کی چند آیات پڑھنی پڑ جائیں تو ان کا عبدالرحمٰن ملک والا حال ہو جاتا ہے، اذان یا اقامت کہنی پڑ جائے تو ان کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں، وہ صرف عید کے موقع پر عیدگاہ آتے ہیں اور کن انکھیوں سے دوسروں کو دیکھ دیکھ کر عید کی نماز ادا کرتے ہیں، انہیں مجبوراً نماز جنازہ کی ادائیگی کرنی پڑتی ہے لیکن پوری زندگی انہیں نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعائیں یاد نہیں ہوتیں، ان کی ہر بات کی تان آکر مسجد اور مدرسہ پر ٹوٹتی ہے، وہ مولوی کو ہمیشہ آڑے ہاتھوں لیتے ہیں لیکن جب بھی ان کے خاندان میں تجہیز و تکفین کا مرحلہ آتا ہے تو وہ دوڑے دوڑے مساجد اور مدارس ہی کے دروازے کھٹکھٹاتے ہیں، نکاح کے موقع پر بھی مولوی صاحب کے سامنے دوزانو ہوکر بیٹھتے ہیں، بچے کے کان میں اذان دینے کی بات آئے تو بھی کسی مولوی صاحب کی خدمت میں ہی حاضر ہوتے ہیں۔

اسلام کے نام پر حاصل کئے جانے والے اس ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' میں ہمیشہ اس ملک کو آزادی کی منزل سے ہمکنار کرنے والوں کی قربانیوں، ان کے خوابوں اور ان کی امنگوں کا مذاق اڑایا گیا۔ عصری تعلیمی اداروں میں خاطر خواہ

دینی تعلیم وتربیت تو درکنار جو دینی مدارس رضا کارانہ طور پر، اپنی مدد آپ کے تحت لوگوں کے دین اور ایمان بچانے کی محنت میں لگے ہیں، لوگوں کو قرآن کریم سکھانے اور کلمہ نماز کی تعلیم دینے کی ذمہ داری نبھار ہے ہیں، مسلمانوں کا اسلام کے ساتھ رشتہ جوڑے رکھنے میں مصروف ہیں اور جن کی برکت سے یہاں کی مساجد آباد ہیں اور کہیں کام کے مسلمان اور کہیں نام کے مسلمان آج تک موجود ہیں۔ ان مدارس کے ساتھ سورۃ اخلاص نہ پڑھ سکنے والوں اور قرآن کریم کے چالیس پارے بتانے والوں کی سربراہی میں جو سلوک ہوتا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ کبھی مدارس کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا جاتا ہے، کبھی اہل مدارس کی کردار کشی کی جاتی ہے، کبھی دینی مدارس پر چھاپے مارے جاتے ہیں، کبھی مدارس کو دہشت گردی کے اڈے اور خرابی کی جڑ باور کروایا جاتا ہے اور کبھی مغرب کی شہ پر مدارس میں نام نہاد اصلاحات پر زور دیا جاتا ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مدارس میں اصلاحات سے زیادہ تو عصری تعلیمی اداروں بالخصوص حکومت کے زیر انتظام چلنے والے اداروں میں اصلاحات کی ضرورت ہے۔ مدارس کے بچوں کو عصری تعلیم دینے پر جتنا زور صرف کیا جاتا ہے اس کا عشر عشیر ہی اگر عصری اداروں کے بچوں کو دینی علوم سے آراستہ کرنے پر دیا جاتا تو آج یہ نوبت نہ آتی اور حقیقت یہ ہے کہ مدارس کے بچے انگلش، کمپیوٹر، سائنس سب کچھ پڑھ رہے ہیں لیکن دراصل ضرورت اس امر کی ہے کہ عصری تعلیمی اداروں کے بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دی جائے، انہیں نماز اور قرآن کریم پڑھایا جائے اور انہیں اقتدار کی بھول بھلیوں میں آنے سے قبل بنیادی اسلامی تعلیمات سے روشناس کروایا جائے۔

ہم نے اس واقعے کے بعد محترم وزیر داخلہ کو کسی دینی مدرسے میں داخلہ لینے اور پورے اخلاص سے سورۂ اخلاص پڑھانے کی جو پیشکش کی ہے وہ پورے خلوص اور خیر خواہی پر مبنی ہے اور صرف وزیر داخلہ کے لئے ہی نہیں، بلکہ ان جیسے دیگر بہت سے لوگوں کے لئے بھی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیر داخلہ کے سورۃ اخلاص نہ پڑھ سکنے کے واقعے کو ہنسی مذاق میں ٹال دینا اور چند دنوں کے لئے مذاکروں، مباحثوں اور خبروں کا موضوع بنائے رکھنے کے بعد فراموش کر دینا سراسر زیادتی ہوگی، بلکہ اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ہمارے پالیسی سازوں کو سر جوڑ کر بیٹھنا چاہئے اور اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ آخر ہم سے کہاں غلطی ہو رہی ہے اور کس جگہ صحیح معنوں میں اصلاح کی ضرورت ہے؟ اسی طرح علمائے کرام، ارباب مدارس، مساجد کے ائمہ وخطباء اور امت کی تعلیم وتربیت اور اصلاح وارشاد کے لئے سرگرم عمل اداروں، جماعتوں اور تنظیموں کو بھی اس واقعے کو بہت سنجیدگی سے لینا چاہئے اور ان بچوں کی تعلیم وتربیت، انہیں اسلامی اقدار اور روایات سے روشناس کروانے اور بنیادی اسلامی تعلیمات کے زیور سے آراستہ کرنے کی فکر کرنی چاہئے جو آگے چل کر اس ملک اور قوم کے مستقبل اور مقدر کے وارث بنتے ہیں تاکہ کل اس قوم کو کسی اور عبدالرحمٰن ملک اور کسی اور جاوید اشرف قاضی کی وجہ سے مزید شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

☆......☆......☆